

جالیاں پوچھا وہ کیا؟

دیں دین۔ پولیس والے بے مردوت ہوتے ہیں، کسی کی عزت اُنار لینا تو ان کے لئے دل لگی ہے۔ رجح صاحب پولیس مکشنر کو بلا کر یہ سب حال جزو رکھیں گے۔ مکشنر سوچے گا یہی عورت سارا کھیل بکھار رہی ہے اسی کو گرفتار کر لو۔ رجح اگر انگریج سوتا نونڈر ہو کر پولیس کو منیبیہ کرتا۔ ہمارے بھائی تو ایسے نکدوں پر منہ کھو لتے ڈرتے ہیں کہ کہیں اور ان سے بُرا نہ مان جائے۔ رجح صاحب پولیس مکشنر سے جزو رکھیں گے پھر بُرا ہو گا کہ نکدہ اٹھایا جائے یہی بُرگا کہ قلعی نہ کھلنے پائے۔ کبھی کبھی جب گواہ بدلتے لگتا ہے تو پولیس والے اس کے ساتھ بڑھا بدعت کرتے ہیں۔

جالیا کو اپنی گرفتاری کا خوف نہ تھا، لیکن یہ خوف مژو رنگا کردما پر کہیں آفت نہ آجائے۔ اس خوف نے اس کی بہت سیت کر دی۔ اسی دقت ایسا تکان معلوم ہوا گویا سینکڑوں میل کی منزل مار کر آئی ہو۔

کچھ دور اور چلنے کے بعد اس نے دیں دین سے پوچھا۔ اب تو ان سے ملاقات نہ ہو سکے گی۔

دیں دین نے سر بلاؤ کر کہا۔ کسی طرح نہیں۔ بہرہ اور کڑا کر دیا جائے کارچا ہے وہ بیکھر ہی چھوڑ دیا جائے اور اب ان سے ملاقات ہو ہی گئی تو کیا اب کسی طرح اپنا بیان بدل نہیں سکتے۔ دروگ حلقوں میں پھنس جائیں گے۔

کچھ دور اور چلنے کر جالیا نے کہا۔ میر سوچتی ہوں گھر حلی جاؤں۔ بیان رہ کر اب کیا کروں گی۔

دیں دین نے پورا دنگا ہوں سے اسی کی طرف دیکھو کر کہا۔ نہیں ہمیں بُرگا بھی میں نہ جانے دوں گا۔ تم حلی جاؤ گی تو یہاں پل بھر بھی ہمارا جی نسلے گا۔ بڑھیا تو رو رو کر جان دے دیگی۔ ایسی بیاں رہو دیکھو کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ بھیا کویں اتنے پچھے دل کا

آدمی نہیں سمجھتا تھا رنجانے لوگ کیسے سرکاری فرمان دیتے ہیں۔ مجھے تو کوئی سورج پر بھی طلب دے تو فرمان نہ کرو۔ اپنے روزگار کی بات ہی دوسرا ہے، اس میں آدمی کبھی تھکنا ہی نہیں، فرمان میں تو جہاں پائچ چھٹھے ہوئے کہ بدن ٹھنڈے لگا جاؤ ایسا آنے لگیں۔

رانشہ میں اور کوئی بات چیت نہ ہوئی، جالیا پاکا دل اپنی شکست بلند کے لئے کمی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔ وہ ناکام ہو کر ایک ناظر کی بنے تعلقی سے اس تماشے کو دیکھنے پر قناعت نہ کر سکتی تھی۔ وہ اس تماشے میں شریک ہو کر اپنا پارٹ ادا کرنے کے لئے بے قرار ہو رہی تھی۔ کیا ایک بار پھر مل سے ملاقات ہو گی اس کے دل میں ان آتشین الفاظ کا ایک شعلہ سا دھک رہا تھا جو وہ اس سے کہنا چاہتی تھی۔ اسے رہا پر ذرا بھی رحم نہ آتا تھا، اس سے شمہ بھر لکھی بھر دی نہ ہوتی تھی وہ اس سے کہنا چاہتی تھی تھا اور تھا راجحہ تھیں مبارک ہو جالیا کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت نہیں جس نے ان حفیر چیزوں کے لئے اپنا خمیر بھی پیدا کیا۔ میں انسان نہیں سمجھتی مرتضی انسان نہیں ہو، تم جیوان بھی نہیں ہو۔ نامرد ہو، رو سیاہ ہو۔ جالیا کا چہرہ فرط غصب سے جیک اٹھا۔ عذور سے اس کی گرد تھی وہ شاید سمجھتے ہوں گے جالیا ہیں وقت بھی چھبے دار گڑتی باندھے گھوڑے پر سوار دیکھے گی پھرنا نہ سماں کے گی جالیا اتنی کو ربانی نہیں ہے۔ تم گھوڑے پر نہیں آسمان پر اڑا۔ میری نظروں میں قاتل ہو۔ میں نے چلتے چلتے سمجھا یا تھا اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ کوئی مضافاً قدم نہیں۔ جالیا تھا راجحہ نہیں ہے۔

(۳۶۴)

ایک ہمیں گزر گیا جالیا کئی دن تک بہت بے قرار رہی کی بار جون سا ہوا کہ

سارا واقعہ کسی اخبار میں جھپوادے۔ لیکن دل کی گہرائیوں میں بھی ہوئی کوئی طاقت اس کی زبان بند کر دیتی تھی، رہا کی طرف سے وہ بے تعلق ہو گئی تھی۔ اس کے اوپر اب اسے غصہ آتا تھا جم کلی نہ آتا تھا، صرف ایک بے نیازی تھی۔ اس کے مرجلے کی بخرا پاک شاید اس کی آنکھوں میں آنسو نہ آتے۔ ہاں اس سے تقدیر کا ایک کھسیں سمجھ کر نخوٹری دی رکے لئے رنجیدہ ہو جاتی۔ شادی کا وہ رشتہ جو دو ڈھانی سال پہلے اس کے لئے میں پڑا تھا وہ طوٹ چکا تھا، صرف اس کا نشان باقی تھا۔ اس درمیان میں اس نے رہا کوئی بار اپنے مکان کے سامنے سے جاتے دیکھا۔ اس کی آنکھیں کسی کی تلاش کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں راں آنکھوں میں کچھ شرم تھی، کچھ عذر تقصیر تھا۔ لیکن جا لپانے کبھی اس کی طرف آنکھ نہ اٹھاتی۔ وہ شاید اس وقت اگر اس کے پیروں پر گر پڑتا تب بھی وہ اس سے خطا بز ہوتی۔ رہا کی اس لفڑت انگلیز خود عرضی نے جا لپا کے دل کو مجروح کر دیا تھا اور پھر بھی اس رشتہ اُفت کا نشان ابھی قائم رہتا۔ رہا کی وہ محبت آمیز بے خودی جسے دیکھ کر ایک دن وہ نہ تو سے متواہی پڑ جاتی تھی۔ کبھی کبھی اس کے باطن میں چمپائی ہوئی تاریکی میں ایک عنزاں ک ڈھنڈتی ہوئی شمع مزار کی طرح چمک اٹھتی۔ لیکن لھر اسی تاریکی اور غم کا پردہ پڑ جاتا۔ وہی جا لپا بج پہلے بات بات پر فد کیا کرتی تھی، اب خدمت، ایثار اور حکم کی مورت بنی ہوئی تھی، جگہ منع کرتی رہتی پر وہ اندھیرے سارے مگر میں جھاڑ دیکھ آئی۔ چوکا برتن کر ڈالتی۔ آماگونڈھ کر کھد دیتی۔ بڑھیا کو صرف روٹی بنانا باقی رہ جاتی بڑھیا اسے ٹھیل ٹھیل کر سوئی میں نے جاتی اور کچھ نہ کچھ کھلادیتی۔ دو نون میں پڑی کی اسی محبت ہو گئی تھی۔

مقدمہ کی کارروائیاں ختم ہو چکی تھیں۔ دو نون طرف کے دکیلوں کی بحث ختم ہو چکی تھی، صرف ضمیلہ سنا نا باقی تھا۔ آج اسی ضمیلہ کی تاریخ نہ تھی۔ آج علی الصبح گھر کے کام دھندے سے فرستہ پاک جا لپا درزانہ اخبار دا لے کی آواز پر کان لگائے

بیٹھی تھی۔ کویا آج اس کی تقدیر کا فیصلہ ہونے والا ہے، اتنے میں دبی دین نے اخبار لائکر اس کے ساتھ رکھ دیا، جالپا اخبار پر ٹوٹ پڑی اور آج کا فیصلہ پڑھنے لگی۔ فیصلہ کیا تھا ایک خیالی افسانہ تھا جس کا ہمہ وہ رہا تھا منج نے بار بار اس کی تعریف کی تھی سارا مقدمہ اسی کے بیانات پر مبنی تھا۔

دبی دین نے پوچھا۔ فیصلہ چھپا ہے۔

جالپا نے اخبار پڑھتے ہوئے کہا۔ ہاں ہے تو۔

کس کی سزا ہوئی۔

کوئی ہنسی چھپا، ایک کویا نسی کی سزا ہوئی۔ پانچ کو دس دس سال کی اور آٹھ کو پانچ پانچ سال کی۔ کویا نسی اسی ویش کو ہو گئی۔

یہ کہہ کر اس نے اخبار پھینک دیا اور ایک لمبی سانس لے کر بولی۔ ان بھیاروں کے بال پھوپھو کا نجات کیا حال ہو گا۔

دبی دین نے سرگومی سے کہا۔ تم نے سب دن مجھ سے ذکر کیا تھا اسی دن سے میں ان سبھوں کا پتہ لگا رہا ہوں۔ اور وہ کا تو ابھی تک بیاہ ہیا ہنسی ہوا ہے۔ صرف ویش کے دو چھوٹے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ بڑھیا ماں ہے اور بیوی ہے۔ یہاں کسی اسکوں میں ماضی تھا۔

جالپا نے پوچھا۔ اس کے کھر کا کچھ پتہ لکھ سکتے ہو!

دبی نے کہا۔ ہاں ڈھیا شکل ہے۔

جالپا تو میں بھی تھا رے سانندھ چلوں گی۔ ابھی تو وقت ہے۔ چلو دیکھا آئیں۔

دبی۔ پہلے میں دیکھا آؤں۔ اس طرح انہ کر میرے سانندھ کہاں کہاں دوڑتی یہ روگی۔

جالپا نے مجبوراً نہ انداز سے سر جھکایا اور کچھ نہ بولی۔

دبی دین چلا گیا، جالپا پھر اخبار دیکھنے لگی، مگر اس کا دھیان ویش کی طرف لگا ہوا

تمہارے غریب پھانسی پا جائے کہا جس وقت اس نے پھانسی کا حکم نہ ہوگا اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ اس کی بڑھنی مان اور بیوی یہ خبر سن کر چھاتی پیٹھے لگی ہوئی۔ بیچارہ اسکوں ماضر ہی تو تھا مشکل سے روٹیاں چلتی ہوئی گی۔ اس کی صیبوں کے تخلی سے اسے رما کے ساتھ ایسی نفرت پیدا ہوئی کہ ضبط نہ کر سکی۔ دل میں آبال ساٹھ رہا تھا کہ رہا اس وقت آج لے تو اس کی ملامت کرے کہ وہ بھی یاد کرے۔ تم انسان نہیں ہو۔ تم انسان کی صورت میں فونڈر درندے ہو۔ تم اتنے جذبۃ النفس ہو کہ آج مکینہ سے کمینہ آدمی بھی تھا رے اور پنکوک رہا ہے تھیں کہی نے پہلے ہی کیوں نہ قتل کر دیا، ان آدمیوں کی جان تو جاتی ہی مگر تھا رے منہ میں کا کہہ تو نہ لگتی۔

شام ہو گئی میکن دیجی دین نہ آیا رفتہ رفتہ آٹھ بج گئے۔ دفعہ ایک موڑ دروازے پر آکر رک گئی۔ رملے اور کچھ گوسے پوچھا۔ کیوں دادی سب خبر و عافیت تو ہے، دادا اپناں لگئے ہیں۔

بھروسے ایک بار اس کی طرف دیکھا۔ اور منہ بھیر کر بولی۔ کہیں گئے ہوں گے میں کیا جاؤں۔

رمانے صوفی کی چار چوڑیاں جیب سے نکال کر جگو کے پیروں پر رکھ دین اور بولا۔ یہ تھا رے لئے اما ہوں دادی بہنو ڈھیلی تو نہیں ہیں۔ بھروسے چوڑیاں اٹھا کر زمیں پر پیچ دیں اور آنکھیں نٹھاں کر بولی۔ بھگوان کی دیل سے بہت چوڑیاں بین چلی ہوئی۔ اور اب بھی سیر دیسر سونا پڑا ہوگا لیکن جو کھایا اپنا اپنی محنت کی کمائی سے۔ کسی کا گلاہیں دبا یا ساپ پ کی کمائی سے کرم ہو کو دینے آئے ہو۔ سمجھتے ہو گے تھا رے روپوں کی تھیلی دیکھ کر وہ لٹو ہو جائے گی۔ اتنے دونوں اس کے ساتھ رہ کر بھی تھا ری لو بھی آنکھ اسے نہ پہچان سکی۔ اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو انہیں پیروں جہاں سے آئے ہو، یہں لوٹ جاؤ۔ اس کے سامنے جا کر کیوں اپنا پافی اتر واؤ گے، نہ آج پولیں کے ہاتھوں زخمی ہو کر ائے ہوتے تو ہو تھا ری

پوچھا کرتی رہتا ہے پاؤں دھوندھو کر پتی۔ وہ ان سورتوں میں ہے جو چاہے مھیتیں سہیں بگرمی کی برائی نہیں دیکھ سکتی۔ اگر تم میرے لڑکے ہوتے تو ہمیں ذہر دے دیتی۔ کیوں تجھے کھڑے جلا رہے ہو۔ چلے کیوں نہیں جاتے۔ میں نے تم سے کچھے تو نہیں لیا ہے۔

رام اصر چھکا کئے خاموش ستارہا۔ تب دل گرفتہ ہو کر بولا۔ دادی میں نے بلا کی ہے اور اس کے لئے مرتبے دم تک مشتملہ رہیوں گا۔ لیکن تم تجھے جتنا مکینہ سمجھ رہی ہو اتنا مکینہ نہیں ہوں اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ پولیس نے میرے سانپ کیسی کیسی زیارتیاں کیں تو تجھے سے اتنی ناراضی نہ ہوتیں۔

جالپاک کے کافوں میں ان آوازوں کی بہنک پڑی۔ اس نے زین سے جھانک کر دیکھا رہا تھا کھڑا ہے۔ سر پر بنارسی ریشمی صافہ نثار ریشم کا طریقہ کوٹ۔ آنکھوں پر سہری عینک اس ایک بھی مہینہ میں اس کا جنم چوگنا ہو گیا۔ نثار نگت بھی نکھرا کی لمحی را بھی روشنی اس کے چہرے پر کبھی لفڑا اتی لھقی۔ رہا کی مکنگوکے آخری اخفااط اس کے کافوں میں پڑ گئے۔ باز کی طرح ٹوٹ کر دھم کرتی تھے آئی اور بولی۔ اگر سختیوں سے اتنا دب سکتے ہو تو تم بے غیرت ہو۔ مہینی اپنے آپ کو مرد کہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیا سختیاں کی فقیں۔ ذرا میں بھی سندو۔ لوگوں نے ہنسنے ہنسنے سرگما رہے ہیں۔ اپنے بیٹیوں کو مرتبے دیکھا رہے۔ کوئی ہوں پہلے جانا منتظر کیا ہے۔ مگر حق سے جو بلکہ مخفی مخفی نہیں ہوئے۔ تم کیوں دھکی میں آنکھے رکبوں نہیں سینہ کھوں کر کھڑے ہو گئے کہ اسے گوئی کافشانہ بنالو۔ مگر بھی ہجھوٹ میں ہوں گا۔ کیوں نہیں سر چھکا دیار روح اس نئے جنم کے اندر رکھی گئی ہے کہ جنم اس کی خفاۃ کرے۔ اس لئے نہیں کہ اس کو بتاہ کر دے۔ آخر اس کا کیا انعام ملا۔

ذرائع معلوم تو ہو۔

رملنے دبی ہوئی آواز سے کہا۔ ابھی تو وحدے سے پیا دعا دے ہیں۔

جالپا ناگن کی طرح پھنکا رکھا۔ یہ سن کر تجھے طبع خوشی ہوئی۔ رایشور سے یہی

دلکر قریبی نہیں۔ میکن تم جیسے ہوم کے پتوں کو پولیسی کبھی ناراضی نہیں کرے گی۔ جاؤ شوق سے زندگی کے مزے لوٹو۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا اور آج پھر کہتی ہوں کہ میرا تھی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ میں نے سمجھ لیا کہ تم مر گئے۔ تم بھی سمجھو کر میں مر گئی میں جاؤ میں عورت ہوں اگر کوئی سختیاں کر کے مجھ سے ایسی شرمناک حرکت کرانے کی کوشش کرے تو چاہے اسے نہ مار سکوں بلکہ اپنی گردن پر تحریر چلا لوں گی۔ کیا تم میں عورتوں کے برابر بھی ہمہت نہیں ہے۔

رملے حاجزی سے گڑگڑا کر کہا تم بیرا کوئی عذر نہ سنو گی۔

جاں پانے بے اعتنائی سے کہا۔ نہیں۔

تو میں منہ نیں کا کہہ لگا کر کہیں نکل جاؤں۔

تمہاری خوشی۔

تم معاف نہ کرو گی۔

کبھی نہیں۔ کسی طرح نہیں۔

رام ایک لمحہ تک سر تھکا تھے کھڑا رہا۔ اب آہستہ آہستہ برآمدے کے نیچے جا کر بیگو سے بولا۔ دادا آؤ بیں تو کہہ دینا مجھ سے ذرا دیر کے لئے مل لیں۔ مجباں کہیں آجائوں۔

بھگو نے بھیل کر کیا۔ کل میں چلے آنا۔

ربا نے موڑ پر سمجھتے ہوئے کہا۔ دیاں اب نہ آؤں گا دادی۔

موڑ حلی گئی تو جاں پانے جا سڑا نہ اداز سے کہا۔ موڑ دکھلنے کو آئے نکلے جیسے خریدتی تو لائے ہیں۔

بھگو نے سرزنش کی۔ تھیں اتنا بے لگام نہ ہونا پیدا ہیئے تھا۔ بہوں پر چڑٹ لگتی ہے تو

ادی کو کچھ نہیں سوچتا۔

جاں پانے بیدار دی سے کہا۔ ایسے حیا دار نہیں ہیں دادی! اسی عیش کے لئے تو

ایمان بیجا ہے۔ پوچھا ہیں دادا سے مل کر کیا کرو گے۔ وہ ہوتے قابی طبکار نتائے کو چھپی کادو
یاد آ جاتا۔

جگوتا سے بھرے ہوئے لمحے ہیں بولی۔ تمہاری جگہ میں ہوتی تو میرے منس سے ایسو
باتیں نہ تکلیفیں۔ تمہارا کلیج طبا سخت ہے، دوسرا مرد ہوتا تو کیا اس طرح جیسا چھپا سنتا۔ میں
وقت خفر کا نپ رہی تھی کہ میں تمہارے اوپر ہاتھ نہ چلاو میں، مگر میں بڑے عجوہ اور
جالپانے اسی بے رحمی سے کہا۔ اسے عجنوار ہیں کہتے دادی۔ یہ بے حیائی ہے۔
دیوبی دین نے آکر کہا کیا یہاں بھیا کئے تھے۔ مجھے موڑ پر راستے میں دکھائی دیئے
نقش۔

جگونے کہا۔ ہاں آئے لکھے کہہ گئے ہی دادا ذرا بچہ سے مل لیں۔
دیوبی دین نے بے دلی سے کہا۔ ہاں مل لو۔ ننگا کچھ اور بات چیت ہوئی۔
جگو پھیتا ہوئی بولی۔ بات چیت کیا ہوئی، پہلے میں نے پوچھا کی میں چپ ہو
تو بونے اچھی طرح مالا چکول چڑھایا۔

جالپانے بھیا کی سے کہا۔ آدمی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔
جگو رانپا ہمیں سمجھ کر ملنے آئے تھے۔
جالیاں کوئی بلانے تو گیا نہ تھا۔

یہ کہہ کر اس نے دیوبی دین سے پوچھا کہ دنیش کا کچھ پتہ لگا دادا۔
دیوبی دین نے کہا۔ ہاں سب پوچھ آیا۔ ہوڑے میں گھر ہے پتہ ٹھکانہ سب
علوم ہیں۔

جالپا، تو اس وقت چلو گے یا کل کسی وقت۔
دیوبی۔ تمہاری جیسی خوشی۔ جی چلا ہے اسی وقت چلو میں تیار ہوں۔
جالپا نہ کہک گئے ہو گے۔

دیج رائیسے کاموں میں تھکن نہیں ہوتی۔

آٹھ بج گئے تھے۔ سڑک پر موڑوں کا تاثار بندھا ہوا تھا۔ سڑک کی دونوں پر لبڑی پر بیڑاوی عورت مرد بنتے تھے بہتے ہوئے بوتے جاتے تھے۔ جالیپا نے سوچا۔ دُنیا کیمی اپنے راگ رنگ میں مست بے جسے اسکے لئے منا ہو مرے۔ وہ اپنی عادت نہ چھوڑے کی۔ ہر ایک اپنا چھوٹا سا شی کا بیا گھرو دنا بنائے بیٹھا ہے۔ ملک تباہ ہو جائے۔ اسے غم نہیں اس کا گھرو دنا بچا رہے۔ جالیپا کا بھولا بھلا لادل اس وقت بازار کو بند کیا ہے کہ خوش ہوتا۔ لوگ غم سے سر جھکاتے یا غصہ سے تیریاں بدے نظر آتے۔ وہ تن جانشی دیتی کہ خلقت کے اسی سمندر میں الیسی چھوٹی چھوٹی لکنکریوں نے گرفتے ہیں ایک ہلکا رابی نہیں، اکٹھا آداز تک نہیں ہوتی۔

(۳۴۲)

راموڑ پر پیغمبر کرچلا تو اسے کچھ سوچتا نہ تھا، جانے ہوئے راستے اس کے لیے انجان ہو گئے تھے۔ اُسے جالیپا پر غصہ نہ آتا تھا۔ ذرا بھی نہیں رجگو پر بھی اُسے غصہ نہ آتا تھا۔ غصہ آتا تھا اپنی کمزوری پر اور اپنی بے شرمی اور بے غیرتی پر۔ پولیس والوں کے زیر اثر اس کے ضمیر پر دہ پڑ گیا تھا وہ کتنی بڑی بے انسانی کرنے جا رہا تھا۔ اس کا اُسے صرف اس دن خیال کیا تھا جبکہ جالیپا نے اسے تنبیہ کی تھی وہ پھر پولیس والوں کے چکے میں آگیا۔ انہوں نے بڑی بڑی امیدیں بندھا کر اسے بہلار کھا۔ اس کے بعد اسے جالیپا سے ملنے کا موقع نہ ملا۔ پولیس کا رنگ اس پر جھانا گیا۔ آج وہ ایک بڑا اور حبیب میں رکھے جالیپا کو اپنی کامیابی کی خوشخبری دینے لگا تھا وہ جانتا تھا جالیپا ہلے کچھ ناک بھوئی سکوڑتے گی، مگر یہ بھی جانتا تھا کہ یہ بار دیکھ کر وہ هزار خوش ہو سمجھائے گی۔ مکن ہی صوبہ مندرجہ کے ہوم سکریٹری کے نام پولیس کمشنر کا سفارشی خط اسے مل جائے گا، دو چار دن اور لطف صحبت اٹھانے

کے بروہ گھر کی راہ نے گار دی دین اور جگلو کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا، ان کا احتمان
وہ میونکر بھول سکتا تھا، یہی منصوبہ دل میں باندھ کر وہ جالیا کے پاس کیا تھا۔ جیسے کوئی
بے چاری پھول اور شربی سے کو دیوتا کی پوجا کرنے جائے۔ لیکن دیوتا نے اس کے مقابل کو
ٹھکرایا۔ اس کے پھر لوں کو پیر لوں سے کمی ڈالا۔ اُس سے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ ملا۔ آج
پولیس کے دائرہ اُثر سے بالکل باہر نکل کر آزادی کی فضامیں اس کا ضمیر بیدار ہے گیا تھا۔
اب اپنی خاشتہ سے اصلی رد پ میں نظر آئی۔ اس کے دل میں ایک ہیجان پیدا ہوا کہ اسی
وقت نجح کے پاس جائے اور وہ سارا واقعہ کہہ نہائے۔ کیا نجح اپنا فیصلہ تبدیل ہیں
کر سکتا۔ ابھی تو سب ہی ملزم حوالات میں ہیں۔ پولیس والوں کے دامت پیسے کا اُسے
مطلق خوف نہ تھا۔ جالیا کی وہ غصتے میں بھری ہوئی صورت اس کی صورت اس کی انکھوں
میں بھر گئی۔ اُن اکتنے طیش میں بھتی، اگرذہ جانتا کہ جالیا اتنی بزم ہو جائے کہ تو چاہے
دنیا ادھر کی ادھر ہو جاتی اپنا بیان مزدود بدل دیتا۔ اگر کہیں نجح نے کچھ سماحت نہ کی، اور
ملزموں کو بری نہ کیا تو جالیا اس کا منہ نہ دیکھے گے۔ بروہ زندہ ہی کیوں رہے، کس لئے
رہے۔

اس نے موڑ روکی۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا کہاں آگئیا کیا
چڑکیدار نظر آگیا۔ زمانے اس سے نجح کے نہگلہ کا بتہ پوچھا، چڑکیدار ہنس کر بولا۔
حضور تو بہت دور نکل آئے۔ ریاں سے تو پھر سات میل سے کم نہ ہو گا، وہ ادھر
ادھر چورنگی کی طرف رہنئے ہیں۔

راچورنگی کی طرف چلا، نجح گئے تھے معلوم نہیں نجح سے ملاقات بھی ہو گی یا
نہیں۔ کچھ بھی ہو تو جان سے لیبراپی سرگزشت کہے وہ نہیں لوٹے گا۔ اگر انہوں نے
کچھ سماحت لئی تو جھاہی ہے نہیں تو وہ کل ہائی کورٹ کے جھوں سے کہے گا، کوئی تو
سنسنے کا، وہ سارا واقعہ اخباروں میں پھیپھوادے گا۔ تب تو سب کی آنکھیں گھلیں گی۔

موڑ شیں میں کی رفتار سے جا رہی تھی، دس بی منٹ میں چوڑگی آبہوچی، بیان الہی نک وہی چیل پہلی تھی، لگر ماں زناتے سے موڑ لئے جانا تھا۔ یکاکی ایک پولیسین نے لال تی دھکلائی۔ رملنے موڑ روک لی اور سر باہر نکال کر دیکھا تو وہی درد بخوبی۔

دروغ نے پوچھا۔ کیا الہی تک بیکھل پڑھیں گے۔ کہئے بیگم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے تو سمجھا تھا وہ آپ کے ساتھ ہوں گی۔ خوش تر خوب ہوئی ہوں گی۔ رملنے بات بنائ کر کہا۔ جی ہاں بہت خوش ہوئیں۔

میں نے تو کہا ہی تھا عورتوں کی ناراضگی کی بھی دو اسے۔ آپ کا پتے جاتے تھے بیری حماقت تھی۔

چلئے اب میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ ایک باری ناش اڑے اور ذرا سرور جھے۔ ان پیکڑ صاحب بھی آتے ہوئے۔ اب آپ سر زمانانہ کو بیکھل پر بھی کیوں ہیں بلا لیتے۔ رمانے کہا۔ الہی تو مجھے ایک ضرورت سے دوسرا طرف جانا ہے۔ آپ موڑ لے جائیں، میں پاؤں پاؤں چلا آؤں گا۔

دروغ نے موڑ کے اندر اکر کہا۔ نہیں صاحب مجھے تو کوئی جلدی نہیں ہے۔ آپ جہاں چاہیں چلئے میں ذرا بھی محل نہ ہوں گا۔

رمانے کچھ ترش ہو کر کہا۔ میں سمجھ رہا ہوں، لیکن میں الہی بیکھل پر نہیں جا رہا ہوں۔ دروغ نے سکا اکر کہا۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن میں ذرا بھی محل نہ ہوں گا۔

رمانے جھلکا کر کہا۔ آپ جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔ میں اتنا بے غیرت

نہیں ہوں۔

دروغ نے کچھ نادم ہو کر کہا۔ اچھا صاحب خطاب ہوئی معاف کیجئے، لیکن الہی آپ اپنے کو خطرے سے باہر سمجھیں۔ آپ کوئی الہی جگہ نہ جانے دونگا جہاں مجھے پورا اطمینان نہ ہو گا۔ میں آپ ہی کے فائدے کے خیال سے یہ عرض کر رہا ہوں۔

رہنے پونٹ چبا کر کہا۔ اپنے ہوا پ میرے فائدے کا اتنا خیال نہ کریں۔ آپ لوگوں
نے مجھے طیا میٹ کر دیا۔ اور اب بھی گلاہیں چھوڑتے۔ مجھے اب اپنے حال پر منے دیجئے
ہیں اس غلامی سے ننگ آگیا ہوں۔

یہ کہنا ہوا وہ موڑ سے اُڑ پڑا۔ اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ دروغ نے کئی بار پکارا
ایک اس نے مجھے پھر کر دیکھا تک نہیں۔ کچھ دور جا کر وہ ایک موڑ پر گھوم گیا اسی موڑ پر
جج کا بندگہ تھا۔ موڑ پر کوئی آدمی نہ تھا رہا کبھی اسی بازو پر کبھی اسی بازو پر جا جا کر بخوبی
کے سامن بود پڑھتا چلا جاتا تھا۔ یکا یک جج کا نام دیکھ کر وہ رک گیا۔ اندر جانے کی
ہفت نہ پڑی۔ خیال آیا جج نے پوچھا تھا نہیں کوئی گواہی کیوں دی تو کیا جواب دوں گا۔
یہ کہنا کہ پولیس نے مجھ سے زبردستی گواہی دلوائی تر غصبی دیں۔ تشدید کیا شرعاً معلوم
ہوتا تھا۔ اگر وہ پوچھے کہ تم نے محض دلگشیں سال کی سزا سے بچنے کے لئے اتنے بڑے گناہ بھا
کا خون سر پر لے لیا تو اس کا میرے باس کیا جواب ہے۔ مخواہ مخواہ ذلیل ہونا پڑے
گا سپے وقوف میا یا جاؤں گا وہ انہیں پاؤں دوٹ پڑا۔ اسی ذلت کا مقابله کرنے کی
اسی میں ہفت نہ کھٹی۔

(۷۵)

رماء آدمی رات کے سویا تو نبھے دن تک آنکھ نہ کھلی۔ وہ خواب دیکھ رہا تھا، وہ نیشن کو
پھانسی ہو رہی ہے، اسی وقت دروغ نے آکر کہا۔ آج تو آپ خوب سوئے با بوسا حب
کل کب سوئے۔

مانے لیٹھے ہی لیٹھے جواب دیا، ذرا دیر بعد موٹ آیا اس مقدمہ کی اپیل تو
لایا کروٹ میں ہو گی۔

دروغ نے اپیل کیا ہو گی، رضالطہ کی پابندی ہو گی، آپ نے مقدمہ کو اتنا مضبوط

کر دیا ہے کہ اب وہ کسی کے ہلاکے ہل ہنس سکتا۔
 دفنا طبی اور ان پکڑ پویسی دنوں آپ ہو چکے۔ طبی صاحب نے کہا مالکی تو اپ
 سویا ہوا ہے کشز صاحب آپ سے بہت خوش ہے۔
 یہ دیکھئے اہنوں نے آپ کو یہ سفارشی چھپی دی ہے۔ بس یہی سمجھ لجھے کہ آپ
 کی تقدیر کھل گئی۔

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک لفاف درمکی طرف بڑھا دیا رہا نے لفافہ کھول کر
 دیکھا ریکا یک اسے بچاڑ کر پر زہ کر دالا۔ تینوں آدمی حیرت سے اس کامنہ دیکھنے
 لگے۔

دروغ نے تیز ہو کر کہا۔ یہ آپ نے کیا تماقت کی۔

ان پکڑ طلف سے کہتا ہوں، کشز صاحب کو معلوم ہو گا تو بہت ناراض ہو
 گے۔

طبی، اس کا کچھ مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر آپ اتنے ناراض کیوں
 ہیں۔

رم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس خط کی مزورت ہنسی اور نہ میں تو کری چاہا
 ہوں۔ میں آج ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔

طبی۔ جب تک ہائی کورٹ کا فحیلہ نہ ہو جائے آپ کہیں نہیں جا سکتے۔

رم۔ کیوں؟

طبی۔ کشز صاحب کا یہ حکم ہے۔

رم۔ میں کسی کا غلام نہیں ہوں۔

ان پکڑ۔ باوصاحب! آپ ناچی بنانا یا کھیل بچاڑ رہے ہیں جو کچھ ہونا
 تھا ہو گیا۔ دس پانچ دن میں ہائی کورٹ سے فحیلہ کی تقدیر نہیں ہو جائے گی۔ آپ کی

بہتری اسی میں ہے کہ جو صدیہ مل رہا ہے اسے نتکریت کے ساتھ قبول کیجئے اور امام سے زندگی کے دن بہر کیجئے۔ خدا نے چاہا تو ایک دن آپ بھی کمی اُپنے منصب پر ہوں گے۔ یہ واضح رہے کہ افسروں کی ذرا سی نیگاہ بدل جائے تو آپ کامیں پتے نہ لگے حلف سے کہتا ہوں پولیس کے ایک ذرا سے اشارے پر دوس سال کی سزا ہو جائے گی۔ آپ ہیں کس زعم میں، ہم آپ کے ساتھ دخانہ ہیں کرنا چاہتے ہیں، ماں اگر ہمیں بھی پولیس کی چالیں چلنی پڑیں گی، جیل کو آسان نہ کیجئے گا، خدا ورزخ میں لے جائے۔ پر جیل کی سزا نہ دے، حلف سے کہتا ہوں کہ جیل دوزخ سے بھی بدرست ہے۔

دروغ، یہ بے جارے اپنی بیوی سے مجبور ہیں وہ شاید ان کی جان کی ٹاکہک ہو

رہتا ہے۔

انپکٹر۔ کیا ہوا کل تو آپ وہ ہار لے گئے تھے، پھر بھی ان کا منہ سیدھا نہ ہوا۔
رمانے کوٹ کی حیب سے ہارنکالی کر میز پر رکھ دیا اور بولا۔ وہ ہار یہ رکھا ہے
ڈپی۔ رکونی مفرور عورت ہے۔

انپکٹر۔ کچھ ان کی بھی مزاج پر سی کرنی پڑے گی۔

دروغ۔ یہ تو بالبھا حب کے سیلے اور بتاؤ پر منحصر ہے۔

ڈپی۔ اس کھٹک سے بھی مچک لینا چاہیے۔

رماناٹھ کے سامنے ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گی۔ ممکن تھا وہ اپنے کو فرض پر
قریان کر دیتا، دوچار سال کی سزا کے لئے بھی تیار ہو جاتا۔ شاید اس نے ان سختیوں کے
لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لیا تھا۔ لیکن اپنے سانحہ جا لیا کوئی مصیبت بیس ڈالنے کا
رادہ کسی طرح نہ کر سکتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ پولیس کے پنجے میں کچھ اس طرح بھنس
گیا ہے کہ اس کے بے داغ پچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ وہ پولیس سے ہرگز
پیش نہیں پاسکتا۔ اس خیال نے اس کی تیزی اور تندری غائب کر دی۔

بیکار اندراز سے بولا۔ آخر آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟
 ان پر طرف دروغہ کی طرف دیکھ کر انکھوں ماری۔ گویا کہہ رہے ہیں، آگیا پختے ہیں اور جو
 بس ہم آتنا ہی چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ہمہان بننے رہیں اور مقدمہ ہائیکورٹ سے طے
 ہو جائے کے بعد خوش خصت ہو جائیں۔ کیونکہ اہم کے بعد ہم آپ کی حفاظت
 کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ ابھی جو خط آپ نے پھاٹ کر لکھنے دیا ہے اس کی نقل دوبارہ مل
 سکتی ہے۔ اگر آپ دُور اندریش ہیں تو اس سے اپنا زندگی کی اصلاح میں کام لیں گے
 ہیں تو ادھر ادھر کے دعکے کھائیں گے۔ اور آپ کے اوپر گناہے لذت کی مثل صادق
 آئے گی۔ اس کے سوا ہم آپ سے کچھ ہیں ہوتے۔
 تینوں افسر خصت ہو گئے۔ اور رہا ایک سکار جلا کر ان معاملات پر غور
 کرنے لگا۔

(۳۶)

ایک مہینہ اور نکل گیا۔ ہائی کورٹ میں مقدمہ کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے در پار پھر
 پولیس کا رعب غائب آگیا ہے اور وہ پھر سابق دستور افسروں کے اشاروں پر ناجاہتہ وہ
 اب پہلے سے کہیں زیادہ شراب پینے لگا ہے اور اس کی مزید دیکھی کے لئے پولیس نے
 زبرہ نام کی ایک نازینی کو کھلی مقرر کر دیا ہے۔ زبرہ ہیں ہے خوش گلوہ سے اور مراج
 شناس ہے۔ اس نے اپنی ہمدردا نہ با توں سے رمانا تھا کو گردیدہ کر دیا ہے۔ اس کی
 سادگی اور خلوص نے زبرہ کو بھی اس سے افسوس کر دیا ہے۔ اب تک اُس سے بھی لوگوں
 سے سالقہ ڈالنا تھا وہ سمجھی اسے ایک اللہ تفریح سمجھتے تھے۔ رہاوہ پہلا آدمی تھا جو اس
 کو پھر سے ناواقف ہونے کے باعث اسے اپنا تشریک غم بانا چاہتا تھا۔
 ایک دن اس نے دورانِ لفظنگوں میں زبرہ سے کہا۔ تم مجھ پر اتنی مہربان ہو کر

میں درتا ہوں کہ تمہاری محبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں و مگر تم سے وفا کی امید ہو سکتی ہے
زہرہ نے دل میں خوش ہو کر اپنی تھنور آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
ہم وفا کی جایں ہمارا تو پیشہ ہی ہٹھی خروشی ہے۔
رماء کیا اس میں کوئی شک بھی ہے۔

زہرہ مطلق ہیں۔ آپ لوگ ہمارے پاس محبت سے بڑی دلے کر آتے
ہیں مگر ہم اتنے بے وفا ہیں کہ اس کی ذرا بھی قدر ہیں کرتے رہے یہی بات نہ ہے
رماء بے شک ا

زہرہ رحافت کیجئے کار آپ مردوں کی طرفداری کر رہے ہیں وہی یہ ہے کہ
آپ لوگ ہمارے پاس مخفی تفریج کے لئے آتے ہیں، مخفی غم غلط گرنے کے لئے۔
مخفی نفاذی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے جہاں آپ کو وفا کی تلاش ہی ہیں وہاں
وفا سے کیونکر! لیکن اتنا ہی جانتی ہوں کہ ہم میں جتنی بے چاریاں مردوں کی بے بہری
اور بے وفا کی سے نایلوں کو خون جگریتی ہیں ان کا پتہ اگر دنیا کچھ تو انکھیں کھل جائیں یہ
ہماری حماقت ہے کہ تماش بینوں سے وفا کی امید رکھتے ہیں مگر پیاس آدمی انہیں
کنوبین کی طرف دوڑے تو میرے خیال میں اس کا کوئی قصور ہیں۔
آج تھیزت خوب مزے میں آتے۔ خدا نے چاہا تو چار دن کے بعد بیوی کا نام
بھی نہ نہیں گے۔

دروغ نے خوش ہو کر کہا۔ یہ تو میں نے پہلے ہی سمجھ رکھا تھا۔ لطف تو یہ ہے
کہ اس کی بیوی ما یوس ہو کر چلی جائے۔ ایسے گاؤں یوں کو سبز باغ دکھانا تمہارے
باہمیں ہاتھ کا کھبلیں ہے۔

زہرہ کی آمرورفت ٹھہنے لگی، بالآخر ما خود اپنے ہی جاں میں پھنس گیا، اس
نے زہرہ سے الفت کا سوانگ بھر کر افسوں کی نگاہ ہوں میں اپنا وقار جانا چاہا تھا

لیکن زہرہ اب اُسے وفا اور محبت کی دلیلی سی معلوم ہوتی تھی رودھ جالپا کی سی جیں نہ
سہی، انہار محبت میں اس سے کہیں زیادہ ہو شیار، ناز و ادایں اس سے کہیں زیادہ
چختہ کار اور سحر آفرینی میں کہیں زیادہ مشتاق تھی سردد لوح رما کے دل میں نہ کئے منصوبے
پیدا ہونے لگے۔

ایک دن اس نے زہرہ سے کہا۔ زہرہ کی جدائی کی کھڑکی آرہی ہے، رد پاچار
دن میں بیان سے چلا جاؤں گا۔ پھر تو تمہیں میری یاد بھی نہ آئے گی۔
زہرہ نے محبت آمیز لہجہ میں کہا۔ اب تمہیں نہ جانے دوں گی۔ یہیں کوئی اچھی
سی نوگری کر لینا۔ پھر تم دونوں آرام میں رہیں گے۔
rama ngor hukr bula رہی دل سے کہتی ہو زہرہ ؟ دیکھو تمہیں میرے سر کی قسم ! دعا

مت دینا۔

زہرہ مارگیہ خوف ہے تو نکاح پڑھا اور نکاح کے نام سے نفرت ہو تو
شادی کرو۔ اب اسی کے سوا اپنی محبت کا کیا ثبوت دو۔
خلوص میں ڈوبے ہوئے ان الفاظ نے رہا کو متلاکر دیا۔ اس نے سوچا یہ نازیں
جس پر بڑے بڑے رہیں فراہیں میرے لئے اتنی بڑی قربانی کرنے کو تیار ہے اس کی
خوش لذیبی کا اس سے بڑھ کر اور کی ثبوت ہو رکتا ہے۔ رسیں کان میں دسروں کو
بالوکے ذرے سے ملتے ہیں اس سی اسے سونے کے ڈسے مل گئے۔ کیا یہ حس تقدیر نہیں ہے
rama کے دل میں کئی روز تک کشمکش ہوتی رہتی۔ جالپا کے ساتھ آئے والی زندگی کا خیال
کر کے وہ بالوں سوچا تا نھارہ زندگی کی خشک اور صبر از ما ہو گئی۔ جالپا قدم قدم پر
فرغی اور حق کا جہڈا لے کر کھڑی ہو جائے گی اور اسے زاہدوں کی سی زندگی لبر
کرنی پڑے گی۔ فقیرانہ زندگی میں رمل کے لئے کوئی کشش نہ تھی۔ عام آدمیوں کی طرح
وہ بھی عیش و آرام چاہتا تھا۔ زندگی کے مزوال سے اس کی طبیعت سیرہ ہوئی تھی۔

شیوں جا لپا کی طرف سے ہٹ کر اس کا عیش پر درد دل زہرہ کی طرف دوڑا۔ اسے ناز فردشون کی مثالیں یاد آئنے لگیں جن کی عصمت کی قسم کھانی جا سکتی تھی، اس کے ساتھ ہی رنگین مزاج اور وفا شعار بولیں کی مثالیں بھی آئندھیں، اسی نے دل میں فضیلہ کیا یہ سب ڈھکو سلی ہے، انسان کی طبیعتیں جُدا جُدا ہیں پر دہ کے باہر آجائے سے کوئی لکھنگار نہیں ہو جاتا۔ اور نہ پردے کے اندر سیڑھی کوئی عصمت مآب ہو جاتا ہے۔ یہ سب زندگی کے اتفاقات ہیں۔

زہرہ روز آتی اور بندھنی میں ایک گانٹھ دے کر جی جاتی۔ ان حالات میں کم مستقل مزاج نوجوانوں کے بھی آسن ڈول جلتے۔ راتو عیش کا بندہ تھا، اب نک وہ مخفی اس سلسلے بے راہ نہ ہوا تھا کہ جوں ہی اس نے پنکھے صیاد نے اسے پنجھے میں قید کر لیا، کچھ دن پنجھے سے باہر آجائے پر بھی اسے پرواز کی مہت نہ ہوئی، اب اس کے سامنے ایک نیا اور وسیع منظر تھا، وہ چھوٹا سا کھیوں والا پنجھہ نہیں بلکہ پھولوں سے ہرا تاہو باخ جہاں کی فیدیں بھی آزادی کا مراثا۔

(۷۷)

رمائیوں جیوں زہرہ کے دام الفت میں بھیتا جاتا تھا پولیس کے افراد کی طرف سے نکل ہوتے جاتے تھے۔ اس کے اوپر جو قیدیں لکھائی گئی تھیں وہ رفتہ رفتہ ترک ہوتی جاتی تھیں۔ ایک دن رما طی صاحب کے ساتھ بیر کرنے نکلا تو موڑ دیکھ دین کی دکان کے سامنے سے گزری۔ رمانے اپنا سر اندر کھینچ یا کہ کسی کی اس پر نظر نہ پڑ جائے۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ جا لپا ہے یا جیلی گئی۔ لیکن دیکھ دین کو دیکھ کر اس کا سر آپ ہی آپ نشرم سے جھک جاتا۔ وہ کسی دلیل سے اپنے اطوار کی حمایت نہ کر سکتا تھا اسی کی خبریت اسی میں تھی کہ وہ ان لوگوں سے اب بلنا جلدنا

چھوڑ دے رشہر میں تین آدمیوں کے سوا چوتھے آدمی سے اسی کی ملاقاتات یا راہ و رسم نہ تھی جس کی حرف گیری کی اسے پرواہ ہوتی۔

موڑ ادھر ادھر گھومتی ہوئی سوڑہ کے پل کی طرف جا رہی تھی کہ بیکا یک رملنے ایک عورت کو سر پر کٹھا جل کا کلاسار کھے گھاڑیں کے اوپر چڑھتے دیکھا کہ اس کے کپڑے سببت میلے ہو رہے تھے اور انی لاغر تھی کہ کلسے کے لوبھ سے اس کی کردہ گیری ہو رہی تھی۔ اس کی چال کچھ کچھ جالپا سے ٹتی ہوئی معلوم ہوئی۔ رمانے سوچا جالپا یہاں کیا کرنے آئے گی۔ کوئی دوسری عورت ہو گئی۔ اس کی صورت دیکھ کر مزید اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ مگر ایک بھی طحہ میں کار اور آنے ٹڑھ گئی۔ اور راما کو اس کا چہرہ دکھانی دیا۔ اس کا لکھجہ دھک سے ہو گیا یہ جالپا ہی تھی۔ اس نے کھڑکی کی بخل میں سر جھکتا دیا۔ بیشک جالپا تھی۔ مگر کتنی لاغر اندام کو گایا کوئی بیکیں ضعیف ہو رہا چہرہ پر رفت تھی نہ وہ سادگی اور زدہ غرور رہا بے در نہ تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ جالپا اسی حالت میں اور اس کے جھتے جی۔ غالباً دی دین نے اسے گھر سے نکال دیا ہے۔ اور وہ مزدوری کر کے بس رکھ رہے ہے مگر نہیں دی دین آنابے مردت نہیں ہے۔ جالپا نے خود اس کے سائیں حماست میں رہنا منتظر نہ کیا ہو گا خالی طرف تو ہے ہی۔ مگر کسے معلوم ہو کیا بات ہے۔

موڑ دور نکل آئی تھی۔ راما کی ساری شو قبیں مرا جی۔ رسا ری مشور بیدہ سری غائب۔ ہو گئی۔ اس میلے کپڑے والی ستم ریدہ جالپا کی صورت آنکھوں کے سامنے کھڑی تھی۔ کس سے پوچھے کہاں جائے۔ جالپا کا نام بھی زبان پر آجائے تو سب کے سب بدگمان ہو جائیں اور اسے قید تھا کی میں ڈال دیں۔ ہلکے جالپا کے چہرے پر کتنی حرث تھی۔ آنکھوں میں کتنی بیے کھی۔

پکھ دیر کے بعد زہرہ آئی۔ مکراتی اور پچکتی۔ راما اس سے کچھ بھی مناخ طب ہوا۔ زہرہ نے پچھا۔ آج کسی کی یاد آکر ہی ہے کیا۔

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی گول مکھن سی زرم باہیں اس کی گردن میں ڈال کر اسے
اپنی طرف کھینچا۔ روانے ذرا الہی مزانت نہ کی۔ اس طرح اس کے سینہ پر اپنا سمر کر دیا۔
گویا اب بھی اس کا سہارا ہے۔

زہرا نے دردمندانہ لہجہ میں پوچھا، پچ بتاؤ آج اتنے اداس کیوں ہو۔ کیا مجھ
سے کمی بات پر زماراضی پو۔

رمانے وقت آمیز انداز سے کہا رہیں زہرا تم نے مجھ بدلنصیب پر جتنا رحم کیا ہے
اس کے لئے میں یہی تھا رامسان مندر ہوں گا۔ تم نے اس وقت مجھے سنبھالا۔ جب
میری زندگی کی ٹوٹی ہوئی کشی خون طے کھاری ہتھی وہ دن میری زندگی کے سب سے مبارک دن
ہیں اور میں اپنے سینے میں انہیں یہی تھی محفوظ ارکھون تکار کر گرد بدنصیبوں کے لئے دنیا میں آمالش
کھاں۔ میں نے آج جال پا کو جس صورت میں دیکھا ہے وہ میرے دل کو بھاولوں کی طرح تپید
رہا ہے آج وہ پھٹے اور میلے کپڑے پہنے میر پیانی کا کلاسے چلی جا رہی ہتھی۔ اسے
اس حالت میں دیکھ کر میرے جگر کے لکڑے ہو گئے۔ مجھے اپنی زندگی میں کبھی صدمہ نہ
ہوا تھا کچھ مہیں کچھ سکتا اس پر کیا گذری ہے۔

زہرا نے پوچھا وہ تو اس مالدار کھنک کے گھر رکھیں۔

رمانہ تھی تو مگر مہیں کچھ سکتا کیوں وہاں سے چلی گئی۔ میرے ساتھ ڈیکھا۔
لئے ان کے سامنے میں اس سے کچھ پوچھنا شکنا۔ میں جانتا ہوں وہ مجھے دیکھ کر منہ
بھیر لتی اور شاید مجھے حقیر سمجھتی۔ مگر کہ سے کم مجھے اتنا معلوم تو ہو جاتا کہ وہ اس
وقت اس حالت میں ہے۔ زہرا مہیں اپنے دل میں چاہتے جو سمجھ رہی ہو لیکن
میں اس خیال میں مست ہوں کہ مہیں مجھ سے محبت ہے اور محبت کرنے والے
سے ہم کم سے کم ہمدردی کی امید فرو رکھتے ہیں۔ رہیاں ایک بھی ایسا آدمی ہنسی
جس سے میں اپنے دل کا درد کہہ سکوں۔ تم بھی مجھے گراہ کرنے کے لئے ہی کہیں گئی